ISSN : 2582-5658

شش ماہی

# غالب نامہ

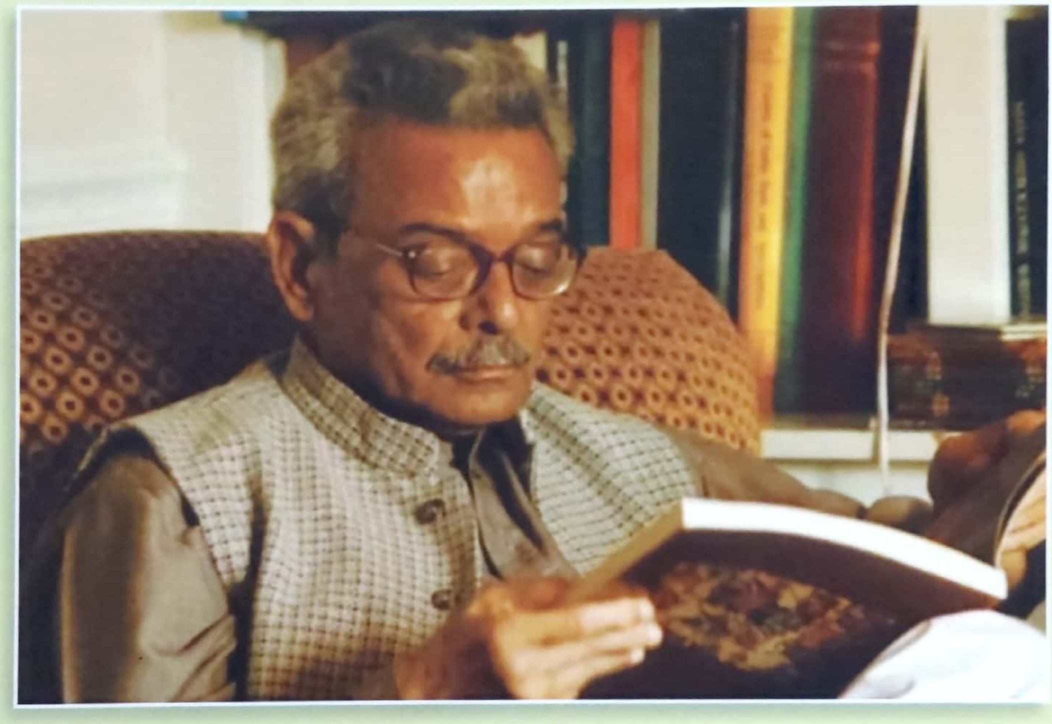

## شمس الرحمٰن فاروقی

ولادت ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ وفات ۲۵ دسمبر ۲۰۲۰

اس شمارے کے قلمکار

جناب حامد انصاری، ریحانہ خاتون، قدوس جاوید، ناصر عبّاس نیّر، صغیر افراہیم، خالد جاوید، ابوبکر عباد، سرور الہدیٰ، قیصر زماں، ثاقب عمران، اقرا سبحان، محمد راشد اقبال، ابراہیم افسر، صالحہ صدیقی، سبط حسن نقوی، وسیم احمد علیمی، محمد ابرار، سید وجاہت مظہر، رؤف خیر، ظفر مصطفیٰ، سید یحییٰ نشیط، عبدالعزیز امبیکر، نور الحسنین، صادقہ نواب سحر، انصاری فہمیدہ محمد ہارون، محمد دانش غنی، قاضی نوید، عبدالباری، ادریس احمد۔

غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی

Scanned by CamScanner

ISSN : 2582-5658
Registration. No. DELURD/2018/75372

Shashmahi

# Ghalibnama

(Half Yearly)

Ghalib Institute, Aiwan-e-Ghalib Marg, Mata Sundri Lane,
New Delhi 110002

January to June, 2021, Vol. 4, No. 1

مَیں عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ ہُوں

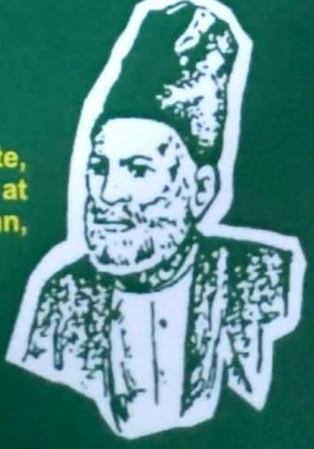

Printed and published by Dr. Idris Ahmad on behalf of the Ghalib Institute, Aiwan-e-Ghalib Marg, (Mata Sundri Lane), New Delhi 110002 and printed at the Aziz Printing Press, 2119, Katra Mehar Parwar, Kucha Chellan, Daryaganj, New Delhi 110002.
Editor: Dr. Syed Raza Haider, email: ghalibinstitute@gmail.com
Ph. : 23232583-23236518

Scanned by CamScanner

قاضی نوید

# کلامِ غالب میں مرقع نگاری

## (مشترکہ تہذیب کے حوالے سے)

کلچر انسانوں کے ایک طبقہ کے ذہنی، سیاسی، سماجی، اقتصادی، فنی اور مذہبی خصوصیات کا نام ہے۔انسانی زندگی میں کلچر کا تصور اقدار کے حصول پر مشتمل ہے۔ سرسری طور پر اگر جائزہ لیا جائے تو اس کے پانچ پہلو نظر آتے ہیں، جن میں ذہنی قدریں، معاشی قدریں، جمالیاتی قدریں، تکنیکی قدریں اور سماجی قدریں اہمیت کی حامل ہیں۔ ذہنی قدریں انسان کی تخلیقی کوششوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ سماجی تجربات کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں اور سماج پر اثر انداز بھی ہوتی ہیں۔ معاشی قدروں میں کھانے پینے، رہن سہن، لباس استعمال کی اشیا، آدابِ نشست و برخاست، وضع قطع وغیرہ شامل ہیں۔ جمالیاتی قدروں میں رقص، مصوری، موسیقی، نقاشی، ان سب کا شمار ہوتا ہے۔ تکنیکی قدروں میں فنِ تعمیر، مجسمہ سازی اور نقاشی وغیرہ شامل ہیں۔ فرد اور سماج کے باہمی رشتوں کی بنیاد پر سماجی قدروں کا تعین ہوتا ہے۔ حفظِ مراتب، سماجی حقوق، فرائض کا احساس، خاندان کی ذمہ داریاں، اجتماعی زندگی کے برتاؤ، ان اقدار کے اجزا ہیں۔

ان سارے اقدار سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک ضابطہ نظامِ حیات میں کچھ اصول اور کچھ تصورات ہوتے ہیں۔ جن کے مختلف مظاہر مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ان مظاہر میں انسان کا رہن سہن اور طور طریقہ معاشرت کہلاتا ہے۔ فرد اور سماج کے رشتے کو تمدن کہتے ہیں۔ تخلیقی کوششوں کے تصورات کلچر بن جاتے ہیں اور اس کے مظاہر تہذیب کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ چونکہ مظہر کی بنیاد تصور ہوتی ہے اس لئے ایک اعتبار سے معاشرت، تمدن اور تہذیب سبھی کلچر کے مظاہر بن جاتے ہیں۔

ڈاکٹر عابد حسین کہتے ہیں :

Scanned by CamScanner

''تہذیب نام ہے اقدار کے ہم آہنگ شعور کا جو ایک انسانی جماعت رکھتی ہے، جسے وہ اپنے اجتماعی احساسات میں ایک معروضی شکل دیتی ہے جسے افراد اپنے جذبات، رجحانات اپنے سبھاؤ اور برتاؤ اور ان اثرات میں ظاہر کرتے ہیں جو وہ مادّی اشیا پر ڈالتے ہیں۔''

(قومی تہذیب کا مسئلہ۔ ڈاکٹر عابد حسین۔ ص ۸)

ہندوستان کی تاریخ میں تین دور اسی اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ انہی ادوار میں تہذیبی زندگی نے کروٹیں بدلیں اور انہی ادوار میں ہندوستان میں ایک مشترکہ کلچر نے ارتقائی مدارج طئے کئے۔ وہ تحریکیں جنھوں نے صدیوں میں ہندوستانی زندگی کو ڈھالا، دراوڑ، آریائی، اسلامی اور مغربی تحریکیں تھیں۔

ہندوستان میں ان تحریکوں کے علاوہ بھی بہت ساری تہذیبیں اختلاط کر چکی ہیں۔ عرب، ترکستان اور ایران کے لوگوں نے اپنے تہذیبی نقوش یہاں چھوڑے ہیں۔ اس ملک میں مختلف مذاہب، عقائد، رنگ ونسل کے لوگ صدیوں سے آباد ہیں اور ان تمام سے ایک مشترکہ کلچر وجود میں آیا ہے۔ ہم الگ الگ ہونے کے باوجود بھی ایک ہیں جیسا کہ انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ : Diffefent is not opposite ہمارا الگ الگ ہونا کمزوری کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ ہماری طاقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ہم الگ ہو کر بھی ایک ہیں اور یوں یہ معاشرہ اکہرا یا one dimenssional نہیں ہے۔ مشترکہ تہذیب ہمارا ورثہ ہے جو صدیوں سے ہمارا رہا ہے اور اس کے تمام معاملات میں ہم شریک ہوتے آئے ہیں۔

مرزا اسداللہ خاں غالب اسی مشترکہ تہذیب کے نمائندہ تھے اور ان کی پوری شاعری میں یہ مشترکہ تہذیب اپنا جلوہ دکھاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ غالب نسلی اعتبار سے مغل خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مغل اپنی جنگجوئی اور بہادری کے باوجود فطری طور پر لطیف چیزوں کو پسند کرتے ہیں، غالب کی فطرت میں نزاکت اور مزاج میں لوچ، جمالیاتی احساس اور آرٹ کا ذوق عیش پرستی اور حسن پسندی ان کا خاندانی اور نسلی ورثہ ہے۔ ان چیزوں نے بھی ان کی شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ بچپن میں والد اور پھر چچا کی موت کے اثرات ان پر مرتسم ہوئے۔ زندگی سے بیزاری اور نفرت کا میلان افسردگی وناامیدی کا رجحان اسی ماحول کی دین ہے:

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

Scanned by CamScanner

میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

کاوٗ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

علاوہ ازیں غالب کے دور میں مسلمانوں کے عروج واقبال کا آفتاب غروب ہونے لگا تھا۔ ان کی عظمت وشوکت دم توڑ چکی تھی۔ سلطنت مغلیہ کا اقتدار زوال پذیر تھا اور وہ تہذیب ختم ہو رہی تھی جسے مغلوں نے پیدا کیا تھا۔ ان کے سامنے ایسے لمحات بھی آئے کہ جب انھیں زندگی کی ساری قدریں مٹتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ کہتے ہیں۔

یاد تھیں ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاق نسیاں ہوگئیں
سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

ہماری تہذیب کا ایک اہم عنصر درد وغم، رنج والم بھی رہا ہے۔ اردو کی عشقیہ شاعری کے بیشتر حصے پر ہمیں درد وغم کے نظریات کا عکس نظر آتا ہے۔ غالب کے کلام میں بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے لیکن غالب کا بڑا کمال یہ ہے کہ جن باتوں پر نظریات کی چھاپ لگی ہوئی تھیں ان پر انھوں نے تخلیقی مہر لگائی۔ وہ غم کو گوارا کرتے ہیں اور اس کو زندگی کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ بچیں کہاں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

غالب نے اپنے فن کو جلا بخشنے کے لئے فارسی شاعری اور ہندوستان کی قدیم مشترکہ تہذیب سے فیض اٹھایا ہے۔ یہ ہماری مشترکہ تہذیب ہی کا نتیجہ ہے کہ غالب کو علم لسان سے فطری مناسبت تھی۔ عربی الفاظ کو انھوں نے ہر جگہ سلیقے سے استعمال کیا ہے۔ فارسی زبان اور فارسی الفاظ و

Scanned by CamScanner

محاورات نیز اہل زبان کے اسالیبِ بیان پر غالب کو عبور تھا۔ فارسی تراکیب سے بھی انھوں نے کام لیا ہے۔ مثال دیکھیے۔

ساقی بہ جلوہ دشمن ایماں و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

مگر ان لفظیات اور تراکیب کے استعمال میں انھوں نے اردو زبان کے وقار کو مجروح نہیں ہونے دیا بلکہ اردو کی آن بان کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے استعمال کیا۔

جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کہ ہو رشک فارسی
گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

عشق ہماری شعری روایت کا اسم اعظم ہے۔ عشق کو ہماری شعری روایت میں ام الاقدار کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ ہماری شاعری کا جوہر وجود ہے۔ غالب کی شاعری کے بیشتر حصہ پر جذبہ عشق و محبت کا عنصر غالب ہے۔ اس موضوع کے ذریعے انھوں نے انسان کی ذہنی اور جذباتی کیفیت، جسمانی تقاضوں اور اس کے فکر و شعور کے مختلف پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ ان کا تصور عشقِ ارضی ہے۔ وہ افلاطونی عشق کے قائل نہیں۔ وہ وصال کی بھی خواہش رکھتے ہیں پر اس خواہش پر ہوس کا گمان نہیں ہوتا۔ وہ ہماری تہذیب اور اخلاق کی مشرقی اقدار کو کسی حال نظرانداز نہیں کرتے۔ حسن و عشق کے ساتھ جدائی کا بیان لازمی ہے۔ ہجر و فراق مشرقی شعریات کا تلازمہ رہا ہے۔ صبر و تحمل، آدابِ عشق میں لازمی شئے ہے۔ غالب نے صبر و تحمل کا مظاہرہ تو کیا ہے مگر وہ بیتاب بھی نظر آتے ہیں۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے، شب غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا ، اگر ایک بار ہوتا

Scanned by CamScanner

سوزفراق یار میں مرنا نہیں کمال
مرمر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے

مشرقی شعریات میں معشوق کو ایک بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ عشق کے روایتی تصور میں محبوب سراپا ناز ہے اور عاشق سر پا نیاز۔ غالب کے یہاں بھی یہ تصور نظر آتا ہے۔

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اُس سیم تن کے پانو
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

تم اُن کے وعدے کا ذکر اُن سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
دُکھتے ہیں آج اُس بیتِ نازک بدن کے پانو

غالب کا طنز وظرافت ہمہ گیر ہے۔ وہ نہ صرف زمانے پر طنز کرتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو بھی مضحکہ خیز انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غم ان کے یہاں زندگی سے مایوسی و بیزاری کی علامت نہیں بن پایا بلکہ تبسم آمیز طنز میں ڈھل کر احتجاج بن گیا ہے۔ ان کی طنز کی کاٹ سے کوئی نہ بچ سکا:

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں میرا بھلا نہ ہوا
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

غالب کا ذاتی تجربہ ایک پورے دور کی ترجمانی کرتا ہے۔ ان کو دنیا سے جو ملا اُسی کا ردعمل ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کا یہ خیال حقیقت پر مبنی ہے کہ لوح سے تمت تک مشکل سے سو صفحے ہیں لیکن کیا ہے جو یہاں نہیں۔ کون سا نغمہ ہے جو اس سازِ زندگی کے تاروں میں بیدار یا خوابیدہ موجود نہیں ہے۔

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

Scanned by CamScanner

واں وہ غرورِ عز و ناز ، یاں یہ حجابِ پاس وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں ، بزم میں وہ بلائے کیوں

غالب کی فنون لطیفہ یعنی رقص، مصوری، موسیقی اور نقاشی سے دلچسپی بھی مشترکہ تہذیب کی مرہونِ منت ہے۔ ان کی یہ دلچسپیاں ان کی شاعری میں بھی اپنا جلوہ بکھیرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کے یہاں تصویر کاری اور پیکر تراشی کے بھی عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ انھوں نے جاندار اور متحرک تصویریں اپنے تخیل کی بلند پروازی کی مدد سے بنائی ہیں:

ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں

غالب نے اپنی شاعری میں مصوری بھی کی ہے، کہتے ہیں:

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہئے

ان کے دیوان میں خاصی تعداد میں تصویریں نظر آتی ہیں۔ مطلع سرِ دیوان ہی کو لے لیجئے۔

نقش فریادی ہے کسی کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

مانگے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کئے ہوئے

ایک شعر میں محبوب کی نظریں جھکا لینے کی تصویر اس رمز و ایما کے ساتھ کھینچی ہے جیسے یہ ماڈرن آرٹ کا نمونہ ہو۔ کچھ دکھا دیا ہے کچھ دیکھنے والے کے تصور پر چھوڑ دیا:

وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار
جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگاں ہوگئیں

غالب نے بڑے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ ہزاروں آدمی میری نظر سے گزرے ہیں۔ یہ دعویٰ مکمل طور پر درست نظر آتا ہے اور کلامِ غالب کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ فطرتِ انسانی کے نبض شناس تھے۔ جس سے ملے اس کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اس تجربے سے بھی ان کی شاعری کو فائدہ پہنچا اور اس میں وسعت پیدا ہوئی۔ فرد اور سماج کے باہمی رشتوں کی بنیاد کا

Scanned by CamScanner

انھیں بخوبی اندازہ تھا۔ علاوہ ازیں حفظِ مراتب، سماجی حقوق، اپنے فرائض کا احساس، خاندان کی ذمہ داریاں، اجتماعی زندگی کے برتاؤ، ان سبھی اقدار کا انھیں پاس ولحاظ تھا۔ یہ تمام قدریں اُن کے مکتوبات کے علاوہ شاعری میں بھی تلاش کی جاسکتی ہیں:

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مہرباں ہو کے بلالو مجھے، چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

غالب وظیفہ خوار ہو، دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تم ہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

غالب کے کلام میں مشترکہ تہذیب کے عناصر فلسفہ کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں۔ ان کا صرف ایک شعر مثال کے لئے کافی ہے جو ان کے مسلک کی ترجمانی کرتا ہے:

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

مشترکہ تہذیب کو پروان چڑھانے میں تصوف نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو میں تصوف کی مستحکم روایت ہے۔ کلام غالب میں بھی تصوف پایا جاتا ہے۔ وہ تصوف کے اُس طرز فکر کی ترجمانی کرتے ہیں جہاں حسن مطلق کی خود بینی تخلیق کائنات کا سبب بنتی ہے۔

دہر جز جلوہٴ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حُسن نہ ہوتا خود بیں

غالب کا ایک عہد آفریں شاعر کی حیثیت سے جوہر اس وقت کھلتا ہے جب وہ اپنے دور کی مختلف سماجی اور سیاسی لہروں کو شعر کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں:

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

اس شعر میں کعبہ اور کلیسا علامتی انداز میں مغربی تہذیب اور مشرقی تہذیب کے تصادم کی

Scanned by CamScanner

صورت میں ابھرتا ہے۔ غالب کی انسان دوستی، وسیع المشربی نئی سمتیں پیش کرتی ہے۔ ان میں روایتی انداز نہیں ہے:

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی
بس کہ مشکل ہے ہر کام آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

ایسے بے شمار اشعار اُن کے دیوان میں موجود ہیں جن میں غالب کے مسلک انسانیت کے نقوش مل جائیں گے۔ ان کی رواداری اختلافات کو مٹانا چاہتی ہے:

نہیں کچھ سبحہ و زنار کے پھندے میں گیرائی
وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

غالب کے مختلف اشعار کی روشنی میں ان کا چہرہ ایسے مرد عارف کا چہرہ نظر آتا ہے جو ہندوستانی روح وجسم اور عجمی لباس رکھتا ہے۔ وہ دونوں کے سنگم سے ہندوستان میں تہذیبی وحدت کے قائل ہیں۔ غالب کے عشق میں سمرقند و بخارا، قدیم ایران اور ہندوستان تینوں ملے ہوئے ہیں۔

O

حوالے :

(۱) دیوان غالب۔ اسداللہ خان غالب۔ غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی
(۲) دیوان غالب۔ مرتب: نورالحسن نقوی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
(۳) غالب شاعر اور مکتوب نگار۔ نورالحسن نقوی۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
(۴) یادگارِ غالب۔ خواجہ الطاف حسین حالی۔ اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
(۵) حسب مقدور۔ ارتکازِ افضل۔ مرزا ورلڈ بک ڈپو، اورنگ آباد
(۶) غالب کے حالاتِ زندگی۔ عطاء اللہ حسین۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

Scanned by CamScanner